AL-AẒVĀ الاضواء
ISSN 2415-0444; E- ISSN 1995-7904
Volume 34, Issue, 52, 2019
Published by Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of the Punjab, Lahore, 54590 Pakistan.

ہیو منزم اور اس کےعوامل و عناصر ۔قرآنی فکر کا مطالعہ

(معاصر اردو تفسیر ی ادب کی روشنی میں)

Humanism and its Elements-A Study of Qur'ānic Thought (In the Light of Contemporary Urdu Exegesis)

مدثرہ ملک*
عاصم نعیم**

Abstract:
Humanism is an ethical philosophy, emphasizing reason, freedom of thought and human centered values, rejecting all supernatural explanation of reality. This life stance affirms that human beings have the right to give meaning and shape to their own lives. Major trend of this philosophy is anti-religious and negation to God. Humanism began as a reaction to the predominance of religion during the middle ages in Europe. The religion was criticized and led to the extreme view that "Man is the Measure of all things". Humanism has performed a revolutionary role in the changes and evolution of human beliefs and sociology. Humanism has become a movement in religion's history which is accepted as a fashion and agenda. It has changed the spiritual bases, even super naturalists also convinced to the supremacy of human being. It is also the base of Democracy, Capitalism, Secularism, Nationalism, Liberalism and Communism. On the other hand, Islam stands on its own self-sufficient philosophy and worldview, without needing an extraneous philosophy. Muslim scholars reject the basic philosophical premise of humanism that humans-rather than God-are the measure of all things. So, in the present paper it would be analyzed that if Humanism compatible to Islam or Islam itself gives a comprehensive and complete system for the well-being of humanity, both in this life and hereafter? Islam teaches that God is the ultimate source of the moral values, and the Qur'ān lays down a consolidated ethical system anchored in eternally valid and life-enriching moral principles. Some Muslims have the opinion that core values of Humanism are compatible to Islamic worldview. In this article giving a brief introduction to the Humanism, critics of exegetes are described to clear, rather this philosophy is acceptable to Islam or a comprehensive and successful social system could be designed without Divine commandants.

Key Words: Humanism, Qur'ānic Thought, Contemporary Urdu Exegesis

*پی ایچ ڈی سکالر،ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان
**ایسوسی ایٹ پروفیسر ، ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

ہیومنزم عصر جدید کا اہم فلسفہ ہے جس کا مرکز و محور خدا اور مذہب کی بجائے انسان ہے۔ تصوراللہ ،تصور رسول اور تصور آخرت کی نفی پر مبنی یہ

فلسفہ خود کوانسانی اخلاق کے علمبردار کی حیثیت سے پیش کرتا ہے۔ہیومنزم کا مقصوددنیاوی خوشحالی ہے،جس کے ذرائع حصول کے تعین کے لئے انسانی عقل کفائت کرتی ہے۔اسلام کی تعلیمات کے مطابق قرآن حکیم عالم انسانیت کے لئے رشد و ہدایت کا ذریعہ ہے۔ ہر عصر و عہد میں درپیش مسائل کے لئے قرآن حکیم سے رجوع کیا جاتا ہے ،جواپنے اندر آفاقی ،ہمہ گیر اسلوب استدلال اور ہدایات رکھتاہے۔قرآن حکیم کی تفسیر و توضیح کے دوران ،مفسرین نے قرآنی تعلیمات کو عصری مسائل پر منطبق کرنے کی کوشش کی ہے۔فکر مغرب اور اس کے مظاہر کو چند مفسرین نے اپنا خصوصی موضوع بنایا ہے۔زیر نظر مضمون میں ہیومنزم کے عوامل وعناصر کی تفصیلات بیان کی جائیں گی،اور قرآنی مطالعات کی روشنی میں ان عوامل و عناصر کے بارے میں مسلم اہل دانش کی فکر کو مبرہن کیا جائے گا۔

ہیو منزم کےموضوع پر انگریزی ادب میں تحریر کی گئی کتب میں سے کارلیس لیمنٹ کی تصنیف The Philosophy of Humanism اوراے سی گریلنگ کی کتاب The God Argument: The Case and for Humanism Against Religion قابل ذکر ہیں ۔سٹیفن لا کی کتاب Humanism-A Very Short Introductionاور جولین ہکسلے کی کتاب The Humanist Frameموضوع زیر بحث سے متعلق اہم معلومات کی حامل ہیں ۔لین ای گڈ مین کی کتاب Islamic Humanism ہے۔سید ابو الاعلیٰ مودودی کی تصنیف "اسلامی نظام زندگی کے بنیادی تصورات " میں موضوع زیر بحث سے متعلق جزوی طور پر مواد ملتا ہے۔ انگریزی زبا ن میں زیرِ بحث مو ضوع سے متعلق IJAPSکاشائع شدہ ایک آرٹیکل Humanism in Islamic Education: Indonesian References ہے۔[1]
شبیر اختر کی تصنیف The Quran and the Secular Mind موضوع ھٰذا سے متعلق مفید معلومات کی حامل ہے۔

زیرِ نظر مقالہ ، موضوعی و صفاتی تحقیق (Qualitative Research) سے متعلق ہے۔ دستاویزی و لائبریری تحقیق (Documentary & Library Research) کو بروئے کار لاتے ہوئے مواد جمع کیا گیا ہے۔ تجزیاتی انداز اپناتے ہوئے حقائق کو واضح کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

ہیومنزم کی تعریف

ہیو منزم (Humanism)کی تعریف میں انسائیکلو پیڈیا آف فلاسفی (The Encyclopedia of Philosophy) کا بیان ہے:

ہیومنزم چودہویں صدی کے نصف ثانی میں اٹلی میں پیداہونے والی فلسفیانہ اور ادبی تحریک ہے ،جو یورپ کے دیگرممالک تک پھیل گئی ،اوربالآخرجدید ثقافت کی تشکیل کے اسباب(Factors) میں سے ایک اہم سبب بنی ہے۔[2]

ہیومنسٹ فلسفی لیمنٹ کارلیس (Lamont Corliss)نے ہیومنزم کے تعارف میں بیان کیا ہے:

It is a philosophy of joyous service for the greater good of all humanity in this natural world and advocating the method of reason,science and democracy.[3]

(ہیومنزم اس قدرتی دنیا میں انسانیت کی بہترین بھلائی کے لئے رضاکارانہ خدمت کا فلسفہ ہے۔جو عقل ،سائنس اور جمہوری طرز عمل کی تائید کرتا ہے۔)

ہیومنزم ایک اخلاقی فلسفہ حیات ہے ،جو انسان کو اپنی زندگی خود تشکیل دینے کا حق دیتا ہے۔ ہیومنزم دراصل تعقل(Rational) پر مبنی فکر ہے،جس میں خدا اور حقائق کے لئے مابعد الطبیعاتی نظریات کا تصورمفقود ہے۔فلسفہ ہیومنزم کے مطابق دنیا کے مسائل کا حل مداخلت ایزدی (Divine Intervention)کی بجائے انسانی فکر اور عمل میں موجود ہے۔اس میں سائنس اور ٹیکنالوجی کو انسانی اقدار کے امتزاج کے ساتھ انسانی بہبود کے لئے استعمال کرنے کا تصور پایا جاتا ہے۔ہیومنزم کے فلسفے کے مطابق دنیا کے متعلق علم مسلسل مشاہدے (Observation)،قدر پیمانی (Evaluation)اور نظرثانی(Revision) کے عمل سے ظہور میں آتا ہے۔نیز وقت کے پیش آمدہ مسائل سے نبرد آزمائی کے لئے اخلاقی اور تعقلی ذرائع پر انحصار کیا جاتا ہے۔[4]

ہیومنزم (Humanism)حریت فکر کی طویل روایت کا نتیجہ ہے۔یہ انسان کی خود مختاری اور حق آزادی کو دوسروں کے حقوق سے ہم آہنگ (Combined)کرنے کا تصور دیتا ہے۔یہ ایک ایسی دنیا تعمیر کرنے کا خواہاں ہے جس میں فرد آزاد ہو لیکن معاشرے کو جوابدہ ہو۔ہیومنزم میں انسان خود اپنا مقصود ہے۔کوئی دوسری ہستی انسان کا مقصود و معبود بننے کا مقام نہیں رکھتی ہے،کہ جس کی رضا جوئی انسان کا مطلوب بن سکے۔

ہیومنزم کی حقیقتوں سے بحث کرتے ہوئے انسائیکلو پیڈیا آف فلاسفی میں درج کیا گیا ہے:

> "Humanism is also any philosophy which recognizes the value or dignity of man and makes him the measure of all things or somehow takes human nature, its limits, or its interest as its theme."[5]

(ہیومنزم ہر اس فلسفہ کو بھی کہتے ہیں، جو انسانی قدریا عزت کو تسلیم کرے اور اسے تمام چیزوں کا میزان قرار دے ،یا جو صرف انسانی طبعیت کو اپنی فکر کی حد یا دائرہ کار کی حیثیت سے لے۔)

ہیومنزم کی اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انسا ئیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس (Encyclopedia of Religion and Ethics)میں بیان کیا گیا ہے:

Humanism in philosophy is opposed to Naturalism and Absolutism; it designates the philosophical attitude which regards the interpretation of human experience as the primary concern of all philosophizing and asserts the adequacy of human knowledge for this purpose.[6]
(فلسفہ انسان دوستی ہر طرح کی فطریت (ربانیت)اور کلیت کی ضد ہے۔یہ ایک ایسا فلسفیانہ رجحان تجویز کرتا ہے جس کے مطابق انسانی تجربے کی تشریح ہر طرح کے فلسفہ کا اولین مرکز توجہ قرار دی جاتی ہے،اور اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ اس کا م کے لئے انسانی علم کافی ہے۔)

غیر اذعانی (Undogmatic)ہے۔ہیومنزم کو مذہب کے متبادل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔یہ ہر قسم کےمذہبی عقیدے کی نفی کرتا ہے۔اس کا موقف عقائد کی تلقین کے بغیر آزاد تعلیم (Education Free from Indoctrination)ہے۔

ہیومنزم ایک ایسا فلسفہ ہے، جو خدا کی بجائے انسان کی مرکزیت پر یقین رکھتا ہے۔خدا کے تصور کی نفی کے بنا پر معاملات زندگی میں انسان خود مختار اور آزاد ہے ۔ کوئی بیرونی قوت اپنے مخصوص نمائندوں (انبیاء، مشائخ، احبار،رہبان،پنڈت ،گیان) کے ذریعے انسان کو اپنے ضوابط اور قیود کا پابند بنانے کا اختیار نہیں رکھتی ہے۔یہ اختیار انسان کو خود حاصل ہے کہ اپنی سوچ سے حدود و قیود کا تعین کرے، کیونکہ خیر وشر کا ملکہ اسے بدرجہ اتم حاصل ہے۔[7]

ترقی یافتہ و غیر ترقی یافتہ اور مہذب اور غیر مہذب مطلق انسانی اقدار ہیں۔انسان کو محض انسان کی حیثیت سے دیکھا جاتا ہےاور صرف انسانی اقدار کے معیار میں تولا جاتا ہے۔مذہب کی تفریق غیر متعلقہ ہے،اہمیت صرف اس امر کی ہے کہ ایک فرد میں اچھائی کا معیار کیا ہے۔اچھائی ایک آفاقی چیز ہے،جو کسی اختلافی اور نزاعی حوالے کی متحمل نہیں ہے۔ لہٰذا ہیومنزم کسی بھی مذہب والے کا مذہب ہو سکتا ہے۔

ہیومنزم کی تاریخ :

ہیومنزم کے جدید تصورات کی بنیاد یونانی اور لاطینی فلسفوں میں ملتی ہے۔قدیم یونانی فلسفی ارسطو (Aristotle: BC322-384)نے بیرونی مداخلت کے بغیر عمده اخلاق اور اچھے کردار کا تصور دیا ہے۔ ارسطو کے نظریات کا مرکز ی نکتہ موجودہ زندگی میں ایک خاص قسم کی خوشی اور بہتری (Wellbeing)کا حصول تھا۔[8] یونانی فلاسفر ابیی کیورس-(Epicurus:341-271BC) مادے کی حقیقت پر یقین رکھتا تھا۔اس کا مقصد زندگی کے لئے ایک ایسا فلسفہ تشکیل دینا تھا، جوانسانی زندگی کو ہر خوف سے آزاد پر مسرت اور سکون بخش کر دے۔اس کے نزدیک خیر و شر کا معیارمحض انسان کی خوشی اور تکلیف ہیں۔اس نے خدا اور ماورائی طاقتوں کے تصو ر سے آزاد ایک پر مسرت زندگی کا تصور دیا ہے۔[9] رومی دور میں بہت سے فلسفیوں کے نام آتے ہیں جو کم یا زیادہ ہیومنسٹ نظریات رکھتے تھے۔اس کی مثال رومی

فلسفی سیسرو (Cicero:106-43BC) ہے۔جس نے اخلاقی اقدار و نظریات کو مذہب کی بجائے عقل (Reason)اور فلسفے (Philosophy)سے جوڑا ہے۔رومی فلسفی سینیکا (Seneca:2BC-65AD) مذہب کو جھوٹ تصور کرتا تھا۔اس کا نکتہ نگاہ بھی"the time to live is now" پر مبنی تھا۔[10]

چودہویں صدی عیسوی یورپ کی نشاۃ ثانیہ (Renaissance)کے دور میں یونانی اور رومی فلسفوں کے زیر اثر، اور چرچ کے مظالم کے رد عمل میں ایسے فلسفے غالب آگئے جن کا مرکز و محور خدا اور مذہب کی بجائے خود انسان تھا۔کائنات کی مذہب اور مذہبی تصورات سے آزاد توجیہات کا آغاز کیا گیا۔ہیومنزم کےذریعہ عالم عیسائیت کی اکثریت کو عیسائیت اور اس کے نظم کے خلاف خواہ وہ انجیل ہو یا کلیسا ابھارا گیا۔ جب یہ بغاوت عام ہو کر خود کار ہوگئی تو ریشنلزم (Rationalism)کے ذریعہ انہیں نفس مذہب کو اکھاڑ پھینکنے،نیز تصور خدا، تصور رسالت اور تصور آخرت کو ختم کردینے کی دعوت دی۔ ریشنلزم کے ذریعے باور کروایا گیاکہ ہر شخص کی عقل،عقل کل ہے۔ وہ اپنی عقل کے استعمال کرنے اور اپنی مرضی کے مطابق فیصلے کرنے میں بالکل آزاد اور حق بجانب ہے۔یہ ایک کھلی ہویٰ وہوس پرستی تھی جس کا نعرہ تھا"انسان ہی تمام چیزوں کا میزان ہے"۔ جدید سائنس کے نام پر ایسے علم کی بنیاد ڈالی گئی جو تصور خدا، تصور رسالت، تصور آخرت ،تصور زمان ومکان ،تصورخیرو شر سب سے آزاد ہو۔[11]

اس تحریک کے نتیجے میں اٹھارہویں صدی عیسوی تک یورپ میں تشکیک(Skepticism) کا عنصر عام ہو گیا۔انسان ،کائنات اور مظاہر کائنات کی عقلی و سائنسی توجیہات پیش کی جانے لگیں۔انیسویں صدی عیسوی میں چارلس ڈارون کی تصنیف "The Origin of Species" نے اس نکتہ نگاہ کو مزید فروغ دیا۔[12] عوام کی اکثریت زندگی کی تخلیق کے جدید نظریے کو جان کر خدا کے معاملے میں لا ادریت (Agnosticism)کے مقام پر آگئی ۔اسی دوران اخلاقی فلسفے(Ethics) کو مذہب سے الگ کرنے کے رحجان میں بھی اضافہ ہوا۔برطانوی فلسفی جیریمی بینتھم (Jeremy Bentham:1748-1832) اور جان اسٹورٹ مل (John Stuart Mill:1806-1873) نے افادیت(Utilitarianism) پر مبنی اچھائی کی تعریف کرتے ہوئے افادیت کو ہی اچھائی کی بنیاد قرار دیا ہے۔[13]

انیسویں صدی عیسوی کے ماہرین عمرانیات (Sociologists)،انسانیات (Anthropologists) اور نفسیات (Psychologists)نے مذہب کو قیاس آرائیوں پر مبنی قرار دیا ۔ نتیجتاًبیسویں صدی عیسوی مذہب کے زوال اور سیکولر اور ہیومنسٹ نظریات کے فروغ کی صدی ثابت ہوئی ہے۔[14]

تحریک ہیومنزم کا بنیادی مقصد :

امریکی فلسفی کارلیس لیمنٹ نے اپنی کتا ب فلسفہ انسانیت پرستی(The Philosophy of Humanism) میں ہیومنزم کے نکات و جہات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ہیومنزم کے مقصد کے متعلق مذکورتصنیف میں بیان ہے:

"ہیومنزم زمینی تجربات اور تعلقات میں تمام انسانی اقدار پر مبنی اخلاقیات پر یقین رکھتی ہے،اس کا بلندترین مقصد،قوم، نسل اور مذہب کی تفریق کے بغیر تمام نسل انسانی کے لئے دنیا وی خوشی،آزادی اور معاشی،سماجی واخلاقی ترقی ہے۔"[15]

ہیومنزم کا نکتہ نگاہ(Viewpoint) یہ ہے کہ انسان کی صرف ایک زندگی ہے،لہذا اسے اس کا زیادہ وقت تخلیقی کام (Creative Work) اور خوشی میں گزارنا چاہیئے۔انسانی خوشی کا معیار ہر فرد کا اپنا ہے،اس میں اسے کسی مابعد الطبیعی ذرائع سے اجازت اور مدد کی ضرورت نہیں ہے۔[16]

سید ابو الاعلیٰ مودویؒ لکھتے ہیں کہ جس اخلاقی تحریک کی ابتداء امریکہ سے ہوئی اور بڑھتے ہوئے انگلستان اور دوسرے ممالک تک پھیل گئی ،اس کا بنیادی مقصد امریکی انجمن اخلاق نے اس طرح واضح کیاہے:

> "انسانی زندگی کے تمام تعلقات خواہ وہ شخصی ہوں ،اجتماعی ہوں ،قومی ہوں،یا بین الاقوامی،اخلاق کی انتہائی اہمیت پر زور دینا ،بغیر اس کے کہ مذہبی معتقدات یا ما بعد الطبیعی تخیلات کا اس میں کوئی دخل ہو۔"[17]

برطانیہ کی انجمن اخلاق کا مقصد اس طرح بیان کیا گیا ہے:

> "انسانی رفاقت اور خدمت کے ایک ایسے طریقے کی تلقین کرنا جو اس اصول پر مبنی ہو کہ مذہب کا سب سے بڑا مقصد بھلائی کی محبت ہے،اور یہ کہ اخلاقی تصورات اور اخلاقی زندگی کے لئے دنیا کی حقیقت اور زندگی بعد موت کے متعلق کسی عقیدے کی حاجت نہیں ہے،اور یہ کہ خالص انسانی اور فطری ذرائع سے انسانوں کو اپنے تمام تعلقات زندگی میں حق سے محبت کرنے ،حق جاننے اور حق پر عمل کرنے کے لئے تیار کیا جائے۔"[18]

موجودہ دور میں اکتیس (31) سے زائد ممالک ،اور تیس سے چالیس لاکھ افراد ہیومنزم کی تحریکات سے منسلک ہیں۔یہاں کارلیس لیمنٹ کی تعجب انگیز معلومات کا ذکر کرنا بھی مناسب معلوم ہوتاہے ،جس کے مطابق جدید دور کےذہین افراد میں سے پچاس فیصد ہیومنسٹ ہیں۔[19]ہیومنسٹ ایسوسی ایشنز کے بیان کردہ موٹو(Motto) کچھ اس طرح ہیں:

Deed not Creed (عقیدہ نہیں عمل)

Good without God (خدا کے تصور کے بغیر اچھائی)

Morality without Religion (اخلاقیات بدون مذہب)

You can live a good life without religion [20] (آپ مذہب کے بغیر بھی اچھی زندگی گزار سکتے ہیں)

ہر وہ شخص جس کے خیالات ان مقولوں سے مطابقت رکھتے ہوں ،وہ ہیومنسٹ ہے۔ یہ الفاظ درحقیقت عصر حاضر میں دنیا کے افکار ،تہذیب ،تمدن،اور معاملات کی رہنمائی کرنے والے پورے طبقے کی نمائندگی کررہے ہیں۔اس وقت دنیا کے کاوربار کو چلانے والے افراد کے ذہن پر یہی تخیل حکمرانی کر رہا ہے،اور عملاً اخلاقیات کو خدا اور آخرت کے عقیدے اور مذہب کی رہنمائی سے آزاد کر لیا گیاہے۔

ہیومنزم کے عناصر سبعہ :

ایک فلسفہ حیات اور نظامِ فکرکے طور پر ہیومنزم کے قائلین کے افکار میں سات چیزیں جزو لاینفک ہیں۔یہ وہ اہم عناصر ہیں جن پر ہیومنزم کے فلسفے کی بنیاد ہے۔ ان عناصر کا ذکر Stephen Lawکی مختصر کتاب Humanism-A very Short Introduction کے حوالے سے ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

1۔ ہیومنزم قائلین کے نزدیک عقل اور سائنس دو فیصلہ کن کسوٹیاں (Invaluable Tools) ہیں جن پر زندگی کے جملہ مظاہر کو پر کھا جانا چاہئے ۔کوئی بھی نظامِ فکر و عقیدہ عقلی جانچ پرکھ(Rational Scrutiny) سے بالا تر(Off-limits) نہیں سمجھا جاسکتا ہے۔

2۔ ہیومنسٹ حضرات دہریے(خدا کے منکر)یا کم از کم خدا کے بارے میں عدمِ علم کے تصور پر یقین رکھنےوالےہیں۔وہ خدا کے وجود کے بارے میں متشکک(Skeptical) ہیں ۔وہ فرشتوں(Angels) ، شیاطین (Demons) اور دیگرمافوق الفطرت تصورات کے بارے میں بھی تشکیک کا شکار ہیں۔

3۔ ہیومنسٹ حضرات صرف دنیا کی زندگی پر یقین رکھتے ہیں ۔ زندگی میں عیش و آرام ان کا مطمحِ نظر ہے۔

4۔ ہیومنزم کے مطابق اخلاقی اقدار (Moral Value) کو ان ا مور پر استوار ہوناچاہئے جو واقعتاً انسانیت کو پسند ہیں اوران کی دنیاوی زندگی کو بہتر بنا سکتے ہیں۔ وہ اس طرح کے منفی دعاوی (Negative Claims)کی نفی کرتے ہیں ،کہ کسی خدا کی موجودگی کے بغیر اخلاقیات کا وجودنہیں ہوسکتا ہے ۔

5۔ ہیومنزم ہر فرد کو انفرادی خود مختاری(Autonomy) دیتا ہے۔ اخلاقی تصورات کا تعین خدا یا مذہب جیسی کسی خارجی چیز(External Authority) کی بجائے ہر شخص کی انفرادی ذمہ داری ہے۔

6۔ انسانی زندگی کسی خدا کی مداخلت کے بغیر بھی با معنی ہوسکتی ہے۔

7۔ ہیومنسٹ حضرات ایسے جمہوری نظام کی تشکیل کے خواہاں ہیں جہاں ریاست مذہب کے بارے میں غیر جانبدار(Neutral) رہتی ہے۔[21]

مذکور بالا نکات سے واضح ہوتا ہے کہ ہیومنز م کی بنیاد مذہب،خدا،رسالت اور آخرت سے انکار پر رکھی گئی ہے۔انسان کا مقصد حیات محض دنیاوی خوشی کا حصول ہے۔ ہیومنزم کی تحریک اپنی اصل کے اعتبار سے وحی الٰہی اور ہدایت ربانی کے خلاف ہے۔اس نے انسانی ذہنوں کو ہراس ہدایت کے انکار کی طرف ابھارا ہے جو ربانی یا آسمانی ہو۔ اور ہر اس ضابطہ کی حمایت پر آمادہ کیا ہے جو اس ربانی ہدایت کی ضد پر قائم ہے۔ ہیومنزم دراصل "انسان پرستی" کا فلسفہ ہے۔ خدا پرستی جس کو دین اسلام توحید کا نام دیتا ہے،ہیومنزم اس کا متبادل ہے۔

مسلم طبقات میں ہیومنزم کی ترویج :

ہیومنزم کی ترویج مغرب کے ساتھ ساتھ مسلم معاشروں میں بھی مسلسل کی جارہی ہے۔اپنی عمومی حیثیت میں یہ ایک سادہ فکر ہے،جو انسانوں کے درمیان مذہب ،رنگ ،نسل اور جغرافیہ کی تفریق کی نفی کرتی ہےلہٰذااس کے قائل مذہبی افراد بھی ہو رہے ہیں ۔بعض اسلامی طبقات میں بھی ہیومنزم کی طرف میلان اختیار کیا جارہا ہے۔

حامد کمال الدین اپنی تحریر" فتنہ ہیو من ازم "میں سعودی عرب کے ایک عالم شیخ سلیمان بن صالح الخراشی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ مسلم معاشروں میں ہیومن ازم کیلئے اسلامی بنیادوں کی فراہمی کا رحجان فروغ پارہا ہے۔بعض مسلم مفکرین کی طرف سے یہ نکتہ نگاہ پیش کیاجاتا ہے کہ ہیومنزم کے بنیادی اصول اسلام سے مطابقت رکھتے ہیں ۔جدید مغربی فکر سے متاثر علما ء دینی احکامات کی عقلی توجیہات پیش کرتے ہیں۔ غیبیات کی وضاحت قوانین طبیعت کی بنیاد پر کرنے کی حتی الامکان سعی کی جاتی ہےکلمۃسواءٌ کی تفسیر کرتے ہوئے انسانیت کے غیر متنازعہ امور کو متنازعۃ امور کی نسبت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ "ولاء اور براء" ایسے اسلامی اصولوں میں تشکیک پیدا کی جاتی ہے۔رواداری کے نام پر دیگر مذاہب کے ساتھ اختلاط کی روش اختیار کی جا رہی ہے۔اسلامی معاشروں میں یہ تمام عوامل اپنی کارفرمائی دکھا رہے ہیں۔یہ فکر اذہان میں ہی نہیں بلکہ انسانی رویوں میں شامل کی جا رہی ہے۔ مثلاً فرد کو مسلمان نہیں بلکہ انسان کی حیثیت سے دیکھنا چاہیے،مسلم اور موحد کی بنیاد پر ملت کا فرق نہیں ،بلکہ تفریق کا معیار ہیومنزم کی بنیاد پر ہونا چاہیئے۔[22]

ہیومنزم کی حیثیت ۔بطور مذہب :

عصر حاضر میں ہیومنزم ایک نئے مذہب کی حیثیت سے سامنے آگیاہے۔اسلامی تعلیمات کی رو سے اس معاملے میں غیر جانبداری کا رویہ اختیار نہیں کیا جا سکتا ہے۔اسلام کی تعلیمات کے مطابق حق اور باطل میں اشتراک ممکن نہیں ہے۔مومن کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ حسب ضرورت و موقع کفر اور اہل کفر سے اسی طرح اظہار بیزاری کرے جس طرح حضرت

محمد ﷺ کو اس کا حکم دیا گیا ہے۔[23]
قرآن کریم میں صراحت سے بتادیا گیا کہ حق و باطل کی آمیزش ممکن نہیں ہے۔ دونوں میں اپنی اصل اور حقیقت کے اعتبار سے کوئی امتزاج ممکن نہیں ہوسکتا ہے، اور نہ مآل و انجام کے اعتبار سے کسی طرح کا کوئی اشتراک ممکن ہے۔ جب اہل کفر و باطل حق کو ماننے اور قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہوں تو اہل حق کے لیے صاف سیدھی اور آخری راہ یہ ہے کہ وہ ان سے اپنی بیزاری اور علیحدگی کا اعلان کردیں۔[24] اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے، پس جس نے اس کے سوا کوئی بھی اور دین اپنایا وہ اس سے کبھی بھی قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں سخت خسارے میں ہوگا ۔[25]

ہیومنزم کے بنیادی اصولوں کا تجزیاتی مطالعہ۔ مفسرین کی آراء کی روشنی میں

ہیومنزم کےبنیادی افکار تمام مذاہب بالخصوص مذہب اسلام کی ضد پر مبنی ہیں۔ہیومنزم میں ان بنیادی عقائد کی نفی کا رحجان پایا جاتا ہے، جن پر اسلام کی پوری عمارت تعمیر کی گئی ہے۔مفسرین کرام کی آراء کی روشنی میں ہیومنزم کے افکار و نظریات کا تنقیدی جائزہ ذیل میں پیش کیاجاتا ہے۔

تصور خدا اور ہیومنزم

ہیومنزم کے مطابق انسان کو اخلاقیات اور اخلاقی اقدار کے لئے کسی خدا کے وجود اور اس کے تصور اور رہنمائی کی حاجت نہیں ہے۔ہیومنزم کا بنیادی نعرہ Good without God ہے۔ہیومنزم کا خدا خود انسان ہے،جیسا کہ فیورباخ نے لکھا ہے:

The human being is a god to humanity" or "god is nothing [other than] the human being to himself.[26]

(انسان ہی انسانیت کے لئے خدا ہے،یا خدا کچھ نہیں سوا اس کے کہ انسان ہی اپنے لئے خدا ہے۔)

جبکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق اخلاقیات کی بنیاد ہی توحید باری تعالیٰ ہے۔ڈاکٹر محمدحمید اللہ لکھتے ہیں:

> Islamic morality begins with the renunciation of all adoration outside God, be it adoration of the self (egoism), or adoration of our own handicrafts (idols, superstitions) etc.; and the renunciation of all that degrades humanity (atheism, injustice etc.).[27]

(اسلام میں اخلاقیات کا آغاز اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی پوجا کی بریت کے اعلان سے ہوتا ہے۔چاہے یہ پوجا اپنے نفس کی ہو یا ہمارے اپنے ہاتھ کی بنی ہوئی اشیاء کی (بت ،اوہام پرستی وغیرہ)،اس کے علاوہ ان تمام عقائد اور رویوں کو چھوڑ دینے سے جو انسان کو درجہ انسانیت سے گرا دیتے ہیں،کفر ،ناانصافی وغیرہ)۔

تفسیر فی ظلال القرآن میں بیان ہے کہ اسلامی نظام اور اسلامی معاشرے کا اختصاصی پہلو یہ ہے کہ اس میں افراد کی پوری زندگی اسلامی عقائد و تصورات پر استوار ہوتی ہے ۔ مادہ پرستانہ فکر کے مقابلے میں عقیدہ توحید بنی نوع انسان کے لئے بہترین نتائج کا سبب بنتا ہے۔جب کسی اجتماعی نظم میں تصور توحید مکمل طور پر اثر انداز ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا احساس ماسوا اللہ کی عظمتوں کا احساس دل سے محو کر دیتاہے۔اخوت و مساوات کے جذبات خود بخود معاشرے میں جاری و ساری ہو جاتے ہیں۔حاکم اور رعایا ہر ایک اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کے احساس کے تحت اپنے اپنے فرائض منصبی میں منہمک ہو جاتے ہیں۔اللہ وحدہٗ لا شریک کی ہستی کو نظر انداز کر نے والی کوئی ملحدانہ فکر اور تصور انفرادی اور اجتماعی دائرے میں رضا کارانہ طورپر اور دل ودماغ کی آمادگی کے ساتھ اپنا کردار دیانتداری اور ضمیر کی آواز کے مطابق ادا کرنے کا داعیہ پیدا نہیں کر سکتا ہے۔ [28]

دین اسلام میں انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت قرار دیا گیا ہے۔[29] قرآن کریم میں واضح بیان کر دیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت صرف وہ ہے جس کے ساتھ کسی دوسرے کی عبادت کا شائبہ تک نہ ہو، اور جس میں انسان اپنی بندگی کو بالکل اللہ ہی کے لیے خالص کردے۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڏ حُنَفَاۗءَ[30]

(اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں اپنے دین کو اس کے لیے خالص کر کے، بالکل یکسو ہو کر۔)

سید قطبؒ اسلامی نظام زندگی میں عقیدے کی مرکزیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اسلام کا تقاضا توحید الوہیت،توحید ربوبیت ،توحید قوامیت،توحید حاکمیت،توحید مصدر شریعت،توحید منہج حیات،زندگی کی تمام شئون و احوال میں خدائے واحد کا حکم ماننا،اور انسانی زندگی کو ایک اکائی بنانا ہے۔اللہ تعالیٰ اس بات کا محتاج نہیں ہے کہ بندے اس کو واحد مانیں بلکہ انسانی زندگی اس کے بغیر درست ہی نہیں ہوتی کہ اس توحید پر ایمان لایا جائے،اور اس کے مذکورہ تمام پہلوؤں سمیت اسے دل سے مانا جائے۔انسانی زندگی فقط اس وقت انسانی بنتی ہے جب اس کے ہر پہلو میں توحید باری تعالیٰ جا گزیں ہو جائے۔[31]

مقصد حیاتِ انسانی :

ہیومنزم کے مطابق انسان کا مقصد حیات خوشی،آزادی اور معاشی خوشحالی کا حصول ہے۔اس کے برعکس قرآن کی تعلیمات کی رو سے انسان کا مقصد حیات خدا کی رضا کا حصول ہے۔قانون اخلاق کے واجب الاطاعت ہونے کی اصل بنیاد یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ٹھہرایا ہوا قانون ہے۔ اچھے اخلاق

کی پابندی اور برے اخلاق سے اجتناب کے لئے اصل محرک خدا کی محبت ،اور اس کی رضا کی طلب اور اس کی ناراضی کا خوف ہے۔خدا کے احکامات کی اطاعت سے حاصل ہونے والی ذہنی و جسمانی اور مادی خوشی کا دائرہ کار فرد،جماعت اور تمام انسانیت تک وسیع ہے۔

پروفیسر خورشید احمد خدا کی رضا کو انسانی سعی و عمل کا اصلی مقصد قرار دیتے ہیں ،کہ یہی وہ معیار ہے جس پر اسلام کے اخلاقی نظام میں کسی طرز عمل کو جانچ کر فیصلہ کیا جاتا ہے کہ وہ خیر ہے یا شر۔ اس کی بنا پر انسان کے سامنے ایک مرکزی مقصد آجاتا ہے ۔ وہ مستقل اقدار ہاتھ لگ جاتی ہیں جو تمام بدلتے ہوئے حالات میں اپنی جگہ قائم رہ سکیں۔ اللہ کی رضاحاصل کرنا مقصودہو تو اخلاق کو ایک بلند ترین منزل مل جاتی ہے ،جس کی بدولت اخلاقی ترقی کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ قائم ہو جاتا ہے ۔ کسی بھی مرحلے پر انسان ظاہری مفادات حاصل کرنے کے لئے اخلاقی اصولوں پر سمجھوتا کرنے کو تیار نہیں ہوتا ہے۔[32]

انسانوں کے مابین تعلق میں صدق،امانت،عدالت ،صبر ،عفوو درگزر،رواداری،مساوات اور احسان جیسی اخلاقی صفات اہمیت رکھتی ہیں۔اسلام کی نظر میں یہ تمام صفات اس صورت میں قابل تحسین ہیں جب کہ ان کا مقصد اللہ کی رضا کا حصول ہو۔اس کے علاوہ کوئی اور مقصد ہونے کی صورت میں نفسیات اور عمرانیات کے تحت ان خوبیوں کے بہتر سماجی اور معاشرتی نتائج تو نکل سکتے ہیں، لیکن آخرت میں ان سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔

محبت خداوندی کے انسانی جذبات کی حیثیت و اہمیت

اسلام کا عقیدہ توحید "الحب فی اللہ " کا درس دیتے ہوئے تمام محبتوں کا مرکز و محور اللہ تعالیٰ کی ذات کو قرار دیتا ہے۔ جبکہ ہیومنزم خدا کے تصور اور اس کے وجود سے لا تعلقی اختیار کرتے ہوئے تمام انسانوں کی باہمی محبت کا دعویدار ہے۔

محبت وہ فطری جذبہ ہے جو ہر انسان اور حیوان میں پایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں سے محبت مشرکین کا شیوہ ہے۔مشرک باطل معبودوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ جیسی محبت کرتے ہیں،جبکہ صاحب ایمان لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت میں متشدّد ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَہُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ ۭ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ۭ[33]

(کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا ہمسر اور مد مقابل بناتے ہیں ،اور ان کے ایسے گرویدہ ہیں جیسی اللہ کے ساتھ گرویدگی ہونی چاہیے۔ حالانکہ ایمان رکھنے والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں۔)

مفتی محمد جمیل، غیر اللہ سے محبت کرنے والے ،کائنات کے خالق ومالک سے محبت وتعلق قائم کرنے کے بجائے، اپنے رب سے بڑھ کر دوسروں سے محبت اور تعلق قائم کرنے والے کو ناقص العقل قرار دیتے ہیں۔[34]
محبت دراصل ایک میلان ، تعلق اور خواہش کا نام ہے۔محبت کے کچھ اسباب اور وجوہات ہوتی ہیں، جن کی وجہ سے دوسروں کے ساتھ محبت کرنے سے منع نہیں کیا گیا ہے۔ مطالبہ صرف یہ ہے کہ اپنے رب سے سب سے زیادہ محبت کرنے کی کوشش کی جائے۔ کسی سے محبت کے جتنے اسباب و محرکات ہیں وہ سب ا للہ تعالیٰ کی ذات میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔[35] لہٰذا محبت بالذات اسی کو سزا وار ہے، اللہ تعالیٰ کی محبت اور اغیار کی محبت کو ایک سطح پر لانا شرک کے ارتکاب کے مترادف ہے۔
اللہ تعالیٰ سے محبت ایمان کی کسوٹی ہے۔ڈاکٹر اسرار احمدکے مطابق یہ ایک فلسفہ ہے کہ ہر باشعور انسان کسی شے کو اپنا آئیڈیل ، نصب العین یا آدرش ٹھہراتا ہے اور پھر اس سے بھرپور محبت کرتا ہے ،اس کے لیے جیتا، مرتا،قربانیاں دیتا اور ایثار کرتا ہے۔ مؤمن کی صفت یہ ہے کہ وہ یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کے لیے کرتا ہے۔ وہ اپنا مطلوب و مقصود اور محبوب صرف اللہ کو بناتا ہے۔ وہ اسی کے لیے جیتا ہے ،اسی کے لیے مرتا ہے۔[36]
حضرت انس (رض) سے روایت ہےکہ رسول کریمﷺنے فرمایا :

"تین باتیں جس شخص میں ہوں گی اس نے ایمان کی مٹھاس پا لی ،اسے اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں، کسی بندے سے محبت کرے تو صرف اللہ کے لیے محبت کرے،جب اسے اللہ کفر سے نجات دے دے تو پھر وہ کفر میں واپس جانے کو اتنا برا سمجھے جتنا آگ میں گرائے جانے کو۔"[37]

اطاعت رسولﷺ:

فلسفہ ہیومنزم کے مطابق انسان کو اپنی انسانیت سنوارنے اور خدمت کرنے کے لئے انبیاء کو زحمت دینے کی ضرورت نہیں ہے۔دنیا میں امن و امان اور محبت و شفقت کو ہیومنزم کے ذریعے ہی عام کیا جا سکتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق رسولؐ سے بےنیاز ہو کر جو طریقہ بھی اختیار کیا جائے گا وہ غیر آئینی اور غیر معتبر ہوگا۔ علمائے عقیدہ کی اصطلاح میں ا س طرز عمل کو "کفر اعراض" کا نام دیا جاتاہے۔جو انبیاء کے ساتھ کفر کرنے کی سب سے عام صورت ہے۔"کفر اعراض" کی تعریف کرتے ہوئے امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

و اما کفر الاعراض فان یعرض بسمعہ و قلبہ عن الرسول،لا یصدقہ و لا یکذبہ،و لا یوالیہ و لا یعادیہ،و لا یصغی الی ما جاء بہ البتہ[38]

(جہاں تک کفر اعراض کا تعلق ہے،تو وہ یہ ہے کہ آدمی اپنے کان بھی رسول کی جانب سی پھیر لے اور اپنے دل کی توجہ بھی،وہ نہ

رسول کی تکذیب کرے نہ تصدیق،نہ وہ رسول کا ساتھی ہے اور نہ رسول کا دشمن-یہ رسول کی بات پر کان دھرنے کے لئے تیار ہی نہیں ہے-)

قرآن کریم میں کثیر مقامات پر نبی کریم ﷺکی رسالت پر ایمان لانا اور آپ کی اطاعت کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے -[39] جب تک نبی کریم ﷺکی رسالت پر ایمان لا کر آپؐ کی اتباع نہ کی جائے اس وقت تک نہ توحید قابل اعتبار ہے اور نہ محبت کا دعویٰ قابل سماعت ہے ۔

مولانا امین احسن اصلاحیؒ لکھتے ہیں:

ایمان کی اصل روح اللہ کی محبت ہے ،اور اس محبت کے لیے یہ شرط ہے کہ اس کے ساتھ کوئی ایسی محبت جمع نہ ہونے پائے جو اس کے ضد ہو۔ اللہ سے محبت کرنے کا واحد راستہ رسولؐ کی پیروی ہے، اس سے ہٹ کر جو راستے نکالے گئے ہیں وہ سب بدعت و ضلالت ہیں۔ دین کا کم سے کم مطالبہ اللہ و رسولؐ کی اطاعت ہے۔ اگر کوئی شخص یہ مطالبہ پورا کرنے سے اعراض اختیار کرتا ہے تو اس کا شمار دین کے منکروں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت نہیں رکھتا ہے-[40]

اللہ تعالیٰ کی محبت کے ساتھ اس کے رسول حضرت محمد ﷺکے ساتھ بھی محبت ساری مخلوق سے بڑھ کر ہونے کی صورت میں ہی ایمان کی تکمیل ہوتی ہے ۔ رسول کریمﷺنے فرمایا ہے:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ[41]

(تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اپنے والدین ،اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہوجاؤں۔)

نبی کریمؐ سے محبت اللہ سے محبت ،سچے ایمان اور محکم یقین کی علامت ہے-اسلام کی تعلیم کی رو سے یہ محبت انسان کو اپنے نفس سے بھی بڑھ کر ہونی چاہیئے-ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ[42]

(بلاشبہ نبی تو اہل ایمان کے لیے ان کی اپنی ذات پر مقدم ہے-)

یہ محبت قلب انسانی کو آلائشوں سے پاک کرتی ہے اور روح کو مادی بیماریوں سے شفا بخشتی ہے-اللہ کے نبی سے محبت کرنے والا دنیا و آخرت میں سر فرازی و سر بلندی اور کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہوتا ہے،اور عظیم ثمرات و برکات سے فیض یاب ہوتا ہے-[43]

قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق نبی کریم ﷺسے محبت کرنے والے پر آپؐ کی مکمل اتباع اور پیروی واجب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُم[44]

(اے نبی ! لوگوں سے کہہ دو کہ " اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں کو در گزر فرمائے گا۔)

بنی نوع انسان سے محبت و اخوت کے تعلقات

مسلم معاشرے میں ایک مومن مردم بےزار نہیں، بلکہ نہایت دلآویز شخصیت کا مالک ہوتا ہے۔ مروت واخوت مومن کا وہ حسن عالمگیر ہے جس سے پوری دنیا نے فائدہ اٹھایا ہے۔ تاہم اس کے تمام تعلقات محبت کی اس سطح سے نیچے رہتے ہیں جہاں سے اللہ کی محبت شروع ہوتی ہے۔ معبود حقیقی کی ذات، صفات، اس کے احکام اور اس کے حقوق سے محبت کو کسی صورت بھی قربان نہیں کیا جاسکتا ہے۔

تفسیر معالم العرفان میں بیا ن ہے کہ شاہ عبدالعزیزؒ اللہ تعالیٰ سے محبت کی دو علامات بیان کرتے ہیں :

اول:جو اللہ کے ساتھ محبت کا دعویٰ کرےگا وہ اس کے محبوبوں کے ساتھ بھی محبت رکھے گا ،اور اس کے دشمنوں سے نفرت کرے گا۔

دوم: محبت کی دوسری علامت یہ ہے کہ محب کو اللہ کی اطاعت اور عبادت کرنے میں روح کا کامل نشاط حاصل ہوگا۔ وہ خوشی کے ساتھ عبادت الٰہی میں منہمک ہوگا اور معصیت سے گریز کرے گا۔ اسی طرح وہ خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر جان و مال کی بازی لگانے میں بھی دریغ نہیں کرے گا۔[45]

الحب فی اللہ کے دائرہ کار میں مومنین کو آپس میں دلی محبت اخوت اور الفت کا درس دیا گیا ہے،تاہم غیر مسلموں کے ساتھ رواداری اور حسن معاملہ کا حکم دیتے ہوئے موالات (Cooperation)کی ممانعت کی گئی ہے۔قرآن کریم میں واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے کہ ہر تعلق کی ایک حد ہے، ان میں سے ہر تعلق خواہ ماں باپ اور اولاد کا ہو، یا حقیقی بھائی بہن کا، اللہ اور اس کے رسول کے تعلق کے مقابلہ میں نظر انداز کرنے کے قابل ہے، جس موقع پر یہ دونوں رشتے ٹکرا جائیں، تو پھر رشتہ وتعلق اللہ و رسول کا ہی قائم رکھنا ہے، اس کے مقابلہ میں سارے تعلقات سے قطع نظر کرنا ہے۔[46]

مآخذ و خصائص اخلاقیات:

ہیومنزم کے مطابق دین یا مذہب ایک اضافی چیز ہے۔یہ عقلیت پر مبنی فلسفہ ہے جس میں خدائی ہدایت اور رہنمائی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ انسانوں کو پہچاننے اور ممیز کرنے کے حوالے سےمذہب غیر اہم اورغیر معقول بنیاد ہے۔

اسلام کے نظام زندگی کی بنیاد ہدایت الٰہی ہے جو وحی کے ذریعے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی صورت میں انسانوں کو فراہم کی گئی ہے۔ اسلام کے قوانین اور نظام اخلاقیات حتیٰ کہ اس کے تمام عقائد کی بنیاد خدائی احکامات(Divine Commandments) پر ہے۔ ممکن ہے کہ بیشتر صورتوں میں انسانی دانش بھی اسی نتیجے پر پہنچے ،مگرا صولی طور پر اس کے پیغام الٰہی ہونے کو اسلام میں فیصلہ کن اہمیت حاصل ہے۔[47]انسانی اخلاقیات کو محض عقل، خواہشات ،تجربے یا علوم انسانی پر نہیں چھوڑ دیا گیا ہے۔ انسان کو اخلاقی اچھائی اور برائی کے علم کا مستقل ذریعہ عطا فرمایاہے۔ بصورت دیگر حالات اور فیصلوں کے بدلنے سے اخلاقیات کے معیار کا بدلنا ناگزیر ہوتا ،اور اسے کوئی مستقل بنیاداور مضبوطی نصیب نہ ہو سکتی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ماخذطے شدہ ہے :کتاب اللہ اور سنت رسول اللہﷺ ۔ان کے ذریعے انسان کو ہر حال اور ہر زمانے میں اخلاقی ہدایات میسر ہوتی ہیں،جو انسانی زندگی پر اخلاقی اصولوں کو وسیع پیمانے پر لاگو کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں ۔ان کی موجودگی میں کسی دوسرے ذریعہ علم کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی ہے۔

اجتماعی زندگی انسان کی فطری ضرورت ہےمعاشرے کے بے شمار ناگزیر تعلقات کی درستی پر ہی فرد معاشرے اور انسانیت کی فلاح و بہبود کا انحصار ہے۔ انسانوں کے باہمی تعلقات کے لئے صحیح اور انصاف پر مبنی مضبوط اصول صرف اللہ وحدہٗ لا شریک کی ذات بتاتی ہے۔جب بھی انسان اس کی ہدایت سے بے پرواہ ہو کر خود مختار بنا ،تو وہ انصاف اور سچائی پر مشتمل کوئی بھی مستقل اصول بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکا ہے۔اس ناکامی کی وجہ پر روشنی ڈالتے ہوئے پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں:

"خدا کی رہنمائی سے محروم ہو جانے کے بعد نفسانی خواہش اور ناقص علم و تجربہ کے سوا کوئی چیز ایسی باقی نہیں رہتی جس کی طرف انسان رہنمائی کے لئے رجوع کر سکے۔اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جس سوسائٹی کا نظام لادینیت یا مذہب سے دوری کے اصولوں پر قائم ہوتا ہے اس کے اصول غیر مستقل اور روز بنتے یا ٹوٹتے رہتے ہیں۔انسانی تعلقات کے ایک ایک گوشے میں ظلم ناانصافی،بے ایمانی اور آپس میں بے اعتمادی پیدا ہونے کا امکان پیدا ہو جاتاہے۔تمام انسانی معاملات میں انفرادی ،طبقاتی ،قومی اور نسلی خود غرضیاں اور بگاڑ پیدا ہو جاتاہے۔اور دو انسانوں کے تعلق سے لے کر قوموں کے تعلق تک کوئی رابطہ ایسا نہیں رہتا جس میں ٹیڑھ نہ آجاتاہو۔"[48]

تفہیم القرآن میں مدلل بیان کیا گیاہے کہ انسانی نفس و روح کے تقاضوں کا اختلاف، اجتماعی زندگی کی پیچیدگیاں اور بشری کمزوریوں کی بنا پر انسان اپنی خود اپنا رہنما اور شارع بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے ۔انسانی شریعت غیر متوازن اور بے اعتدالی کا شکار ہوتی ہے۔ایک متوسط اور متوازن

راہ جس میں انسان کے جسم و روح اور زندگی کے تمام مسائل کے ساتھ انصاف کیا گیا ہو،انسانی فطرت کا اقتضاء ہے۔اس راہ کی طرف رہنمائی صرف خدا ہی کر سکتا ہے۔[49]

قرآن کی تعلیمات کی بنا پر تشکیل پانے والے اسلام کےاخلاقی نظام کی خصوصیات کا مختصر بیان کچھ اس طرح ہے:

(الف) اسلام کا نظام اخلاق توحید کی بنیاد پر تشکیل پاتاہے۔اس کے قوانین اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنائے گئے ہیں،ان قوانین کا ماخذ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہے،اس کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہے،اور اس کا محرک اور قوت نافذہ خوف خدا اور آخرت میں جوابدہی کا تصور ہے۔

(ب) اسلام کے اخلاقی قوانین میں ترقی کی گنجائش موجود ہے،تاہم بے ربطگی اور غیر مستقل مزاجی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسلام نئے پن کے نظریے کے تحت نرالے اخلاقیات پیش نہیں کرتا ہے ۔دین اسلام ان تمام معروف اخلاقیات کو اپناتا ہے جن کو انسانیت کا ضمیر قبول کرتا ہے ،اور پھر موقع اور محل کے مطابق انسانی زندگی میں توازن اور تناسب کے ساتھ لاگو (Implement)کرتاہے۔زندگی کے ہر شعبہ میں اخلاق کو حکمران بناتا ہے۔

(ج)قرآن و حدیث کی رو سے اسلامی اخلاقیات چار مراتب پر مشتمل ہے:ایمان،اسلام،تقویٰ،احسان۔ان میں ہر ایک دوسرے سے پیوستہ و وابستہ ہے،ایمان کی حیثیت بنیادی ہے۔ ایمان اور اسلام کی تکمیل کے بغیر تقویٰ اور احسان کے مراتب کو حاصل نہیں کیاجا سکتاہے۔جب انسان خوف خدا کو اپنی زندگی پر طاری کر لیتا ہے تو اس کا ہر قدم خدا کی رضاکے پیش نظر اٹھتا ہے،اور وہ تقویٰ کے مرتبہ کو پا لیتا ہے۔علمائے کرام کے مطابق تقویٰ کی بنیاد دو چیزوں پر ہے:ہر شعبہ زندگی میں خدا کی مکمل اطاعت ،اپنے اعمال پر خود نظر رکھتے ہوئے مزید نیکی کرنے کی مسلسل کوشش۔[50]

(د) اسلام کا مطالبہ ایک ایسے نظام زندگی کا قیام ہے جو نیکی پر قائم اور برائی سے پاک ہوجن بھلائیوں کو انسانیت نے ہمیشہ بھلا جانا ہے انہیں قائم کرے اور جن برائیوں کو انسانی ضمیر نے برا سمجھا ہے اس کے خاتمہ کے لئے کوشش کرے۔[51]

(ھ) اسلام انسانیت کی بنیاد باہمی تعاون و ایثار کی عالمگیریت کےاصول پر رکھتا ہے۔مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے اور مسلمان ایک جسم اور اور ایک روح کی حیثیت رکھتے ہیں۔مومن کی پہچان یہ ہے کہ اگر دوسرا مسلمان بھوکا ہو تو وہ کھانا نہ کھائے۔[52]

قرآن کریم میں بھلائی کرنے کی تلقین نہ صرف تمام بنی نوع انسان کے لئے بلکہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات کے لئے کی گئی ہے۔قرآن کریم میں اہل ایمان کو وَافْعَلُوا الْخَـيْرَ[53] کا حکم دیا گیا ہے۔ تفسیر مظہری کے مطابق واقعلوا الخیر سے ایسے کام کرنے کا فرمان صادر ہوا جو اس کے لیے، اس کی قوم و

ملت کے لیے، سارے نوع انسانی کے لیے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کے لیے اپنے دامن میں خیر و نفع کی نعمت سمیٹے ہوں۔[54] کوئی غیر مسلم قوم اسلام یا مسلم دشمنی میں براہ راست یا بالواسطہ سرگرمیوں میں ملوث نہ ہو تو قرآن مجید نے ان کے ساتھ حسن سلوک اور منصفانہ برتاؤ کی ترغیب دی ہے۔[55]

(و) اسلام شائستگی (Humanity)اور انسان نوازی(Humanism) پر مشتمل نظام حیات ہے۔ اسلام کے تمام اصولوں کی روح محبت،رحمت اور آسانی ہے۔اسلام کی تعلیمات میں انسانی اقدار،انسان کی شخصی ،طبعی اور ذاتی ضروریات اور اس کے جذبات و احساسات کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔اسلامی شریعت کی تشکیل میں رفع حرج،قلت تکلیف،استثنیٰ اور تدریج کے بنیادی اصولوں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔

خیر و شر کی تحدید و تعیین:

فلسفہ ہیومنزم خیر و شر کے تعین کے لئے انسانی عقل کو معیار قرار دیتا ہے ،اس کے لئے خدا رسول اور وحی کی ضرورت نہیں ہے جبکہ اسلام پائیدار اور ٹھوس بنیادوں پر معیار خیر و شر فراہم کرتا ہے۔ماخذ قوانین،قوت نفاذ و قوت محرکہ کے ذریعے معروف اخلاقیات کو اپنی قدروں کے مطابق زندگی کے تمام شعبوں میں جاری کرتا ہے۔سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ اس معاملے میں انسانی عقل کی حقیقت کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"خیر وشر کو جاننے کی کچھ استعداد عقل کو بھی حاصل ہے،اور اس عقل سے ہر انسان نے کچھ نہ کچھ حصہ پایاہے،اور خیر و شر کا کچھ علم وجدانی بھی ہے جس کا الہام ہر انسان کے ضمیر پر فطرتاً ہوتا ہے۔لیکن اس علم کے لئے ان میں سے کوئی بھی کافی بالذات نہیں کہ اسی کو آخری اور واحد ذریعہ علم کی حیثیت سے لے لیا جائے۔عقل یا وجدان، اپنی فطرت میں ناقص و محدود ہے ،بلکہ وہ مختلف اشخاص ،مختلف طبقوں ،مختلف حالات اور مختلف زمانوں میں پہنچ کر بالکل مختلف چیزوں پر خیر یا شر ہونے کا حکم لگاتاہے۔"[56]

حالات اور وقت کے ساتھ معیار خیر و شر کی تبدیلی کا عملی مظاہرہ آج دنیا میں دیکھا جا رہاہے جن چیزوں کو دنیا میں ہمیشہ شر اور گناہ تسلیم کیا جاتا رہا ہے ،وہ آج کسی نہ کسی گروہ کی نگاہ میں خیر کی حیثیت اختیار کر گیاہے۔اور وہ بھلائیاں جنہیں انسانیت نے ہمیشہ خیر جانا ہے ان میں اکثر آج مضحکہ خیز قرار پا چکی ہیں۔

ہیومنسٹ حضرات کاخیال ہے کہ خیر اور بھلائی خود اپنے اندر طاقت رکھتی ہے کہ اچھائیاں کمال تک پہنچ جائیں اور برائیوں سے اجتناب ہوتا رہے۔ خوشی و کمال کی تمنا اور رنج و نقص کاخوف اس کا محرک ہے۔ جبکہ انسانی عقل پر مکمل بھروسہ اسلام کے منافی ہونے کا ساتھ ساتھ انسانی

معاشرے کے لئے بھی نقصان دہ ہے۔تمام انسان ایک جیسی فطرت اور سوچ کے مالک نہیں ہوتے ہیں۔

ڈاکٹرمحمد حمید اللہؒ انسانوں کی عمومی فطرت کی حقیقت کو نہایت عمدگی سے بیان کرتے ہیں کہ عام انسان نہ صرف خود خوشی سےقربانی پر آمادہ نہیں ہوتا بلکہ دوسروں کا حق مارنے سے بھی باز نہیں آتا ہے۔سوائے اس کے کہ متاثرہ فریق کی طرف سے انتہائی سخت اور فوری رد عمل کا خوف نہ ہو۔ ایسی روحیں بھی ہیں جنہیں کسی قسم کا خوف برائی سے باز نہیں رکھ سکتا ہے۔[57]امر واقعہ ہے کہ خوشی کی تمنا اور رنج کا خوف بد اخلاقی کے لئے بھی اتنا ہی اچھامحرک(Promoter) ثابت ہو سکتا ہے، جتنا کہ خوش اخلاقی کے لئے۔انسانی اخلاق کے لئے صحیح ترین بنیاد اسلام فراہم کرتا ہے۔یہ ایک ایسی ہمہ گیر اخلاقی رہنمائی فراہم کرتا ہے، جو انسان کو زندگی کے تمام شعبوں میں ترقی کے انتہائی ممکن درجات تک لے جا سکتی ہے۔ انسانی عقل کو خیر و شر کی معرفت عطا کی گئی ہے (فالھمھافجورھا و تقوھا[58])،لیکن اس کی رہنمائی کے لئے بنیادی اصول اور خیر وشر کے مستقل معیار کا تعین قران و سنت میں وضاحت کے ساتھ کر دیا گیا ہے۔ قرآن کریم صحیفۂ رشد وہدایت ایک ایسا نظام حیات پیش کرتا ہے جو انسان کی جسمانی اور روحانی نشوو نما اور ان کی دنیوی اور اخروی فلاح کا ضامن ہے۔ اسلام کی تعلیم کے مطابق جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں،اور نبی کریمؐ کا دامن مضبوطی سے پکڑ نہیں لیتے وہ تمام مخلوق سے بدتر ہیں۔[59]

تصور آخرت اور ہیومنزم:

ہیومنزم کے مطابق زندگی صرف دنیا کی زندگی ہے،انسان کے مرنے کے ساتھ ہی اس کے اعمال و افعال اور احساسات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔بلاشبہ آخرت کا تصور کافرین کے لئے سب سے دشوار امر ہے۔جیسا کہ قرآن کریم میں منکرین آخرت کی بابت فرمایا گیا ہے:

فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ[60]

(پھر منکرین کہنے لگے " یہ تو عجیب بات ہے، کیا جب ہم مر جائیں گے اور خاک ہوجائیں گے (تو دوبارہ اٹھائے جائیں گے) ؟ یہ واپسی تو عقل سے بعید ہے۔)

منکرین آخرت کے اس تصور کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ[61]

(کیا تم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ ہم نے تمہیں فضول ہی پیدا کیا ہے اور تمہیں ہماری طرف کبھی پلٹنا ہی نہیں ہے ؟)

یوم آخرت پر ایمان اسلام کے اساسی عقائد میں سے ایک اہم عقیدہ ہے ۔اسلام کے تصور اخلاق کی بنیاد اس تصور پر ہے کہ کائنات کا ایک خالق

اورننتظم ہے، وہ انسان کا آقا اور انسان اس کا بندہ اور نائب ہےدنیا کی زندگی دراصل ایک امتحان کی مہلت ہے،جس میں زندگی کے ہر پہلو اور انسان کی تمام قوتوں اور قابلیتوں کا امتحان ہے۔انسان اپنی زندگی کے تمام اعمال کے لئے خدا کے سامنے جوابدہ ہے،اور یہ جوابدہی اپنی مکمل ترین شکل میں یوم آخرت میں ہو گی۔

قرآن کریم میں مختلف مواقع پر انسانی تخلیق کے مقصد کو ایمان بالآخرت کے ساتھ مربوط کیا گیا ہے۔ڈاکٹر اسرار احمدؒ اس نکتہ نگاہ کی وضاحت اس طرح بیان کرتے ہیں:

آخرت کے تصور کے بغیر انسانی تخلیق کا مقصد سمجھ میں نہیں آسکتا ہے۔ انسان کے اندر فطری طور پر اخلاقی حس اور نیکی و بدی کی تمیز پیدا کی گئی ہے۔ اس اخلاقی حس کے نتیجے میں انسانی سطح پروجود میں آنے والی اخلاقی اقدار کسی قوم ، علاقے یا زمانے تک محدود نہیں ، بلکہ مستقل(Permanent)اور آفاقی (Universal) ہیں۔ "گندم از گندم بروید جواز جو " (گندم سے گندم اگتی ہے اور جو سے جو) کے اصول کے مطابق اچھائی کا نتیجہ اچھا نکلنا چاہیے اور برائی کا برا۔ لیکن دنیا میں اکثر اس کے برعکس ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ صورت حال منطقی طور پر تقاضا کرتی ہے کہ اس دنیا کے بعد ایک اور دنیا وجود میں آئے ، جہاں ہر انسان کی موجودہ زندگی کے ہرفعل اور عمل کا احتساب کر کے مصدقہ آفاقی اصولوں کے مطابق عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرنے کا اہتمام ہو۔[62]

پروفیسر خورشید احمد کے مطابق:"یہ امید اور یہ خوف اگر کسی کے دل میں بسا ہو تو اس میں عمل پر ابھارنے والی اتنی زبردست قوت موجود ہے کہ وہ ایسے مواقع پر بھی اسے نیکی پر ابھار سکتی ہے ،جہاں نیکی کا نتیجہ دنیا میں سخت نقصان دہ نکلتا ہوا نظر آتا ہے۔اور ان مواقع پر بھی بدی سے دور رکھ سکتی ہے جہاں بدی نہایت پر لطف اور فائدہ مند دکھائی دے۔"[63]

آخرت اسلام کا وہ اصولی اور بنیادی عقیدہ ہے ، جس کے اثرات پوری انسانی زندگی پر نہایت گہرے ہوتے ہیں ۔ عقیدہ آخرت کی بنیاد پر انسان کے فکر و عمل میں واضح تبدیلی رونما ہوتی ہے۔عقیدہ آخرت پر یقین رکھنے والا اور اس کا انکار کرنے والا اخلاق و شعور اور فکر وعمل میں ہرگز برابر نہیں ہوسکتے ہیں۔[64]

انسان کا انفرادی رویہ اور انسانی گروہوں کا اجتماعی رویہ اس وقت تک درست نہیں ہوتا جب تک یہ شعور اور یقین انسانی سیرت کی بنیاد میں پیوست نہ ہو کہ خدا کے سامنے اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔ آخرت کےعقیدے پہ ایمان لانے والے دنیاوی حوائج و ضروریات سے بلند ہوکر سوچتے ہیں ۔ وہ اس محدود مختصر عمر اور دنیا کے اس تنگ دائرہ مکافات میں انہیں اپنے اعمال حسنہ کی پوری جزاء ملنے یا نہ ملنے کی فکر سے بے نیاز ہوتے ہیں ۔

دولت یقین (Faithfull)، وسعت قلب ونظر (Broad-minded)اور حسن خلق (Well Mannered)کے مالک ہوتے ہیں۔

ایمان وعمل کا تلازم و ترابط:

ہیومنزم انسانی رفاقت اور خدمت کے ایسے طریقے کی تلقین کرتا ہے ،جسے خدا اور زندگی بعد موت جیسے عقیدے کی حاجت نہ ہو۔قرآن کی تعلیمات کی رو سے کمال انسانی قوت نظریہ و عملیہ کی دونوں تکمیل پرموقوف ہے۔ انسان کی فضیلت کا دارومدار ایمان (Faith)اور نیک عمل(Righteous Deeds)پر ہے ۔قرآن کریمﷺمیں ارشاد فرمایا گیا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ[65]

(جو لوگ ایمان لے آئے اور جنہوں نے نیک عمل کیے، وہ یقینا بہترین خلائق ہیں۔)

تفسیر حقانی میں بیان کیا گیا ہے کہ کمال انسانی قوت نظریہ و عملیہ کی تکمیل پر موقوف ہے۔ قوت نظریہ کی تکمیل ایمان سے ہے ،اور عملیہ قوت کی تکمیل نیک کاموں کے بجا لانے میں ہے۔پرہیزگاری ایمان و اعمال صالحہ سے حاصل ہوتی ہے۔ بہترانسان وہ ہے جو ایمان و اعمال صالحہ کے لباس سے آراستہ ہے ۔[66]

ایمان روح عمل ہے، اس کے بغیر کیسا ہی اچھا عمل ہو، صورت بےجان اور ناقابل قبول ہے، نجات آخرت میں اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ قرآن کریم کی تعلیمات کی رو سے کوئی عمل اس وقت تک عمل صالح نہیں ہوسکتا ،جب تک اس کی بنیادمیں ایمان موجود نہ ہو، اور وہ اس ہدایت کی پیروی میں نہ کیا جائے، جو اللہ اور اس کے رسول ﷺنے دی ہے۔اس حقیقت کو سورۃ العصر میں نہایت وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ:

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ[67]

(زمانے کی قسم، انسان درحقیقت میں بڑے خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے، اور نیک اعمال کرتے رہے۔۔)

قرآن کریم میں ہر جگہ عمل صالح سے پہلے ایمان کا ذکر کیا گیا ہے ، ایمان کے بغیر کسی عمل کو صالح نہیں کہا گیا ہے ،اور نہ عمل بلا ایمان پر کسی اجر کی امید دلائی گئی ہے۔[68] اعتقاد کا فساد اعمال کی خرابی اور فساد کو مستلزم ہے۔ایمان اور عمل صالح میں باہم خاص تلازم و ترابط ہے،ایک کا وجود و صدور دوسرے کی علامت و نشانی ہے اور ایک کا انتفاء دوسرے کے انتفاء کی علامت و نشانی، جبکہ نجات و فلاح کے لیے دونوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

سید مودودیؒ کا بیان ہے کہ اخلاقی زندگی میں بھی ہدایت یابی، راست بینی، راست روی اور بالآخر فلاح و کامیابی کا حصول صحیح عقائد پر موقوف ہے۔تاہم یہ نتائج ان عقائد کے نہیں جو محض زبان پر جاری ہوں یا دل و دماغ کے کسی گوشے میں بےکار پڑے ہوئے ہوں، بلکہ ان عقائد کے ہیں جو نفس

کے اندر جذب و پیوست ہو کر انداز فکر اور مذاق طبع اور افتاد مزاج بن جائیں، اور سیرت و کردار اور رویہ زندگی میں نمایاں ہوں۔[69]

حقیقی فلاح کا تصور:

فلسفہ ہیومنزم کا دائرہ کار دنیاوی خوشی اور مسر ت کے حصول تک محدود ہے۔جبکہ اسلام مومنین کو "فلاح" کے حصول کو یقینی بنانے کی تلقین کرتاہے۔ مفردات القرآن کی تصریح کے مطابق فلاح چار چیزوں کے حاصل ہو جانے کا نام ہے:

بقا بلا فنا، غنا بلا فقر، عزت بلا ذلت، علم بلا جہل [70]

مدارک التنزیل میں بیان ہے کہ' فلاح 'کے مفہوم میں دو باتیں داخل ہیں: ایک مطلوب و مقصود کو پالینا، دوم جس سے ڈر یا خطرہ ہو اس سے محفوظ ہوجانا۔[71]

"فلاح" اس اصل اور حقیقی کامیابی کو کہا جاتا ہے، جو دنیا سے لے کر آخرت کے حقیقی اور اَبَدی جہاں تک ممتد ہوتی ہے۔فلاح کسی ادھوری اور جزوی کامیابی کو نہیں کہتے ہیں ، فلاح اس مکمل کامیابی کو کہا جاتا ہے جس کے دامن میں دنیا و آخرت کی سعادتیں اور برکتیں سمٹ آئی ہوں۔

قرآن کریم میں بنی نوع انسان کو ان تمام ذرائع کی وضاحت کر دی گئی ہے جو ان کی فلاح کا سبب بنتے ہیں ۔ انسان کی فوز و فلاح اور حقیقی کامیابی سے سرفرازی کی اصل اساس ایمان ہے۔ سورۃ المومنون میں ایمان کے ذکر کے ساتھ ان خاص صفات کا ذکر فرمایا گیا ہے، جو وسیلہ فلاح ہیں۔[72]

تفسیر معارف القرآن میں قرآنی تعلیمات کی روشنی میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے حوالے سے انسانی فلاح کے چار اصول بیان کئے گئے ہیں :

اول ،خدا اور رسول پر ایمان لائے اور ان کی ہدایات اور وعدوں پر خواہ دنیا سے متعلق ہوں یا آخرت سے پورا یقین رکھے۔

دوم، اس یقین کا اثر محض قلب و دماغ تک محدود نہ رہے، بلکہ جوارح میں بھی ظاہر ہو اور اس کی عملی زندگی اس کے قلبی ایمان کا آئینہ ہو۔

سوم،محض اپنی انفرادی صلاح و فلاح پر قناعت نہ کرے بلکہ قوم وملت کے اجتماعی مفاد کو پیش نظر رکھے ۔ ایک دوسرے کو اپنے قول وفعل سے سچے دین اور ہر معاملہ میں سچائی اختیار کرنے کی تاکید کرتے رہیں۔

چہارم، ہر ایک کو دوسرے کی یہ وصیت ونصیحت رہے کہ حق کے معاملہ میں اور شخصی وقومی اصلاح کے راستہ میں جس قدر سختیاں اور دشواریاں پیش آئیں یا خلاف طبع امور کا تحمل کرنا پڑے پورے صبر و استقامت سے تحمل کریں ہرگز قدم نیکی کے راستے سے ڈگمگانے نہ پائے۔

جو حضرات ان چار اوصاف کے جامع ہوں گے ،اور خود کامل ہو کر دوسروں کی تکمیل کریں گے ان کا نام صفحات دہر میں زندہ جاوید رہے گادنیا

میں چھوڑ کر جانے والے آثار بطور باقیات صالحات ہمیشہ ان کے اجر کو بڑھاتے رہیں گے۔[73]

اسلام انفرادی اصلاح کے ساتھ ساتھ اجتماعی زندگی کی فلاح و بہبود کے لئے واضح ہدایت اور مکمل منصوبہ دیتا ہے۔اسلام ایک ایسامعاشرہ تشکیل دینا چاہتا ہے جو ہمہ گیر،مصنوعی اختلافات اور تعصبات سے پاک، رنگ،نسل،زبان اور جغرافیائی سرحدوں سے ماوراء مساوات ،عدل وانصاف اور عالمگیر برادری کی بنیاد پر قائم ہو۔نیز ایک فکری ،اخلاقی اور اصولی معاشرہ ہو ،جس کے افراد میں باہم ہمدردی اور بھائی چارے کا رشتہ ہو۔

نتائج بحث :

ہیومنزم الحاد پر مبنی فلسفہ حیات ہے جو خدا کے تصور کو ہٹا کر معاملات زندگی انسان کے سپرد کرتا ہے۔مذکور بالا بحث سے یہ حقیقت مبرہن ہوتی ہے کہ مذہب اسلام انسانی حقوق اور اقدار کی نفی نہیں کرتا ہے،تاہم اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار اور انسان کی خود مختا ر ی اور قیومیت کے دعوی ٰکی سختی سے تردید کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت و رہنمائی کے نتیجے میں انسانی زندگی اور فلاح کے لئے ایک ایسا مکمل اخلاقی نقشہ وجود میں آتا ہے ،جو مشرکانہ مذاہب اور دہریت کی بنیا د پر تشکیل دی گئی اخلاقیات کی کمزوریوں سے پاک ہے۔یہ ایک مستحکم نظام ہے جس میں پوری نسل انسانی کے لئے خیر اور فلاح ہے۔قرآن کی تعلیمات اخلاقی فضیلت کا بلند ترین اور وسیع ترین منتہا پیش کرتی ہیں ،جس کی وسعت اور بلندی کی کوئی حد نہیں ہے۔اسلام کا مطلوب و مقصود یہ ہے کہ انسان کی تمام تر سعی و جدو جہد کا واحد مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہو،نیزانسان کا دائرہ فکرو عمل ان حدود تک محدود رہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقرر کی ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

1 .Usman,A.H.,Saharuddin,S.A.,Zainul Abidin,S,2017,Humanism in Islamic Education:Indonesian References.International Journal of Asia Pacific13(1):95-113,http://dx.doi.org/1021315/ijaps2017.13.1.5
2. The Encyclopedia of Philosophy,ed.Paul Edwards,The Macmillan Company and The Free Press,New York,1967,vol.4,p69.
3. Lamont,Corliss,The Philosophy of Humanism,Elerk Books,London,1958 ,p9.
4- http://iheu.org/about/humanism cited on 20-12-2018 6:00pm
5. The Encylopedia of philosophy,vol.4,p70 .
6. Encyclopedia of Religion and Ethics,ed.James Hastings,T&T Clark,Edinburg,New York.1937,vol.6.,p830.
7. تفصیل کے لیے دیکھئے: Grayling,A.C.,The God Argument:The Case against Religion and for Humanism,Bloomsbury,London,2013.P 38
8. The Philosophy of Humanism,p27.

9. تفصیل کے لیے دیکھئے :Hdas,Moses,Humanism: The Greek Ideal and its Survival,George Allen & Unwin,London,1961,pp82-84;Lamont,Corliss,The Philosophy of Humanism, pp32-34
10 Law,Stephen,Humanism-A Very Short Introduction ,Oxford University Press,New York,2011,p.28
11 - تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ڈریپر ،جان ولیم،معرکہ مذہب و سائنس، مترجم ،مولاناظفر علی خان،الفیصل ناشران و تاجران کتب،لاہور،2004ء
12 تفصیل کے لیے دیکھئے:Darwin,Charles,The Origin of species,John Murray,London.
13 تفصیل کے لیے دیکھئے: Mill,J.S.,Utalitarianism,Cambridge university Press,2014
14. Humanism,p.28
15. The Philosophy of Humanism, p10.
16. The Philosophy of Humanism ,p.11..
17- مودودی،سید ابوالاعلیٰ،اسلامی نظام زندگی اور اس کے بنیادی تصورات،اسلامک پبلیکیشز،لاہور،1990،ص 148
18 - اسلامی نظام زندگی اور اس کے بنیادی تصورات،ص 148
19. The Philosophy of Humanism,p.27,28.
20: - مذکور نعروں کو عنوانات کی شکل دے کر متعدد کتب تحریر کی گئی ہیں ۔مثلاً
See:Epstein,G.M.,Good without God:What a Billion Nonreligious People Do Believe,William Marrow,Newyork,2009
21. Humanism ,p.17,18;also see:Philosophy of Humanism,pp10-11.(Corliss Lamont has described humanism basics in 10 points).
22- http;//eeqaz.org/EeqazBooks.aspx?Bookid=29&BookName=PmphHumanism
23- ملاحظہ ہو:سورہ الکافرون (109)،آیات 1-6؛ ابن کثیر،ابی الفداء اسماعیل،تفسیر القرآن العظیم،دارالکتاب العربی،بیروت،2002،ج7،ص559-؛آلوسی،سید محمود، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم و السبع المثانی،داراحیاءالتراث العربی،بیروت، س-ن،ص30،ص250
24 - خان،محمد اسحاق،عمدۃالبیان فی تفسیر القرآن،دارالعلوم اسلامیہ پلندری،آزاد کشمیر،2010ء،ج7،ص736
25 - آل عمران،85:3،19:3
26 Davies,Tony, Humanism,Routledge,1997, p. 28; also see: Glynn,Patrick,God:The Evidence.The Reconciliation of Faith and Reason in a Post Secular World,Prima Publishing,California,1997,P.61.
27 Hamidullah,Dr.M. Intodution to Islam,Sh.Muhammad Ashraf,Lahore,1983,p.95.
28 - سید،قطب،فی ظلال القرآن،مترجم،سید معروف شاہ شیرازی،ادارہ منشورات اسلامی،لاہور،1997ء،ج3،ص900
29- قرآن کریم میں ارشاد ہے:"میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں":الذاریات-56:51
30 - البینہ،5:98؛نیز ملاحظہ ہو: ملاحظہ ہو النساء، 145 ،146 - الاعراف 29 - الزمر 2 ، 3 ، 11 ، 14 ، 15 - المومن 14 ، 64 تا 66
31 - فی ظلال القرآن،ج3،ص992
32- احمد ،خورشید،اسلامی نظریہ حیات،انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز،اسلام آباد،2016ء، حصہ سوم(اسلامی فلسفہ حیات)،ص،62-63
33 - البقرۃ-165:2
34 - میا ں ،محمد جمیل،فہم القرآن،ابو ہریرہ اکیڈمی،لاہور،2014،ج 1،ص264
35 - ترمذی شریف کی حدیث میں نبی کریم ﷺکا ارشاد گرامی ہے۔ احبوا اللہ لما یغذوکم من نعمہ لوگو ! اللہ سے محبت کرو کہ اس نے تمہیں نعمتیں عطا کی ہیں۔ وہ منعم حقیقی ہے۔ تمہارا اپنا وجود اور اس کے علاوہ جتنی بھی چیزیں ہیں ، سب اللہ تعالیٰ کے انعامات ہیں لہٰذا اس سے محبت کرو۔ پھر فرمایا احبونی لحب اللہ خدا تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے میرے ساتھ بھی

محبت کرو۔ میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کا راستہ اور اس کا پیغام پہنچایا ہے۔ اس کا کلام اور اس کی شریعت تم کو دی ہے۔ اور پھر فرمایا کہ میری وجہ سے میرے اہل بیت کے ساتھ بھی محبت کرو۔جامع ترمذی،ابواب امناقب،باب فی مناقب اھل البیت انبیﷺ،رقم الحدیث3879۔
36 - احمد،ڈاکٹر اسرار،تفسیر بیان القرآن،مکتبہ خدام القرآن ،لاہور،2015ء،حصہ اول،ص244، 2443
37 - بخاری، ابو عبداللہ، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الإیمان، باب من کرہ أن یعود فی الکفر ،رقم الحدیث21۔؛ قشیری، مسلم بن حجاج،الصحیح ، کتاب الإیمان، باب بیان خصال من اتصف بھن وجد حلاوۃ الإیمان ،رقم الحدیث165۔ ؛نیز ملاحظہ ہو:الانعام-162:6
38 - ابن قیم،محمد بن ابی بکر،مدارج السالکین بین منازل ایاک نعبد و ایاک نستعین،دارالحدیث ،ادارہ ازہر،1983ء ،ج1،ص366
39 - الحشر-7:59،النساء-69:4،النور-56:24،الاعراف-158:7
40 - اصلاحی،امین احسن،تدبر قرآن،تاج کمپنی،دہلی،1999ء ،ج2،ص71
41 - الجامع الصحیح،بخاری،کتاب الایمان، باب حب الرسول من الإیمان،رقم الحدیث15
42 - الاحزاب-6:33؛نیز ملاحظہ ہو؛التوبہ-24:9
43 - مدنی،عبداللہ ناصر،محبت رسول ،فرضیت،اہمیت اور تقاضے،مسلم پبلیکیشنز ،گوجرانوالہ،2008ء،ص17
44 - آل عمران،31:3
45 - سواتی،عبد الحمید،معالم العرفان فی دروس القرآن،مکتبہ دروس القرآن،گو جرانوالہ،2009ء،ج3،ص117
46 - (اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے باپوں اور بھائیوں کو بھی اپنا رفیق نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو ترجیح دیں۔ تم میں سے جو ان کو رفیق بنائیں گے وہی ظالم ہوں گے۔) :التوبہ-23:9
47. An Introduction to Islam,p.94.
48 - اسلامی نظریہ حیات،حصہ سوم(اسلامی فلسفہ حیات)ص84
49- مودودی،سید ابو الاعلیٰ، تفہیم القرآن،ادارہ ترجمان القرآن ،لاہور،2000ء،ج1،ص452
50 - اسلامی نظریہ حیات،حصہ سوم(اسلامی فلسفہ حیات)،ص72
51- (جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو۔)المائدہ-2:5
52 - اسلامی نظریہ حیات،حصہ سوم(اسلامی فلسفہ حیات)،ص79
53 - الحج-77:18
54 - پانی پتی،ثناءاللہ،تفسیر مظہری،مترجم،سید عبد الدائم جلالی،محمود الحسن دیوبندی،مکتبہ لدھیانوی،کراچی،س ن،ج5،ص120
55 - ملاحظہ ہو:سورۃ الممتحنہ،آیات9،8
56 - اسلامی نظام زندگی اور اس کے بنیادی تصورات،ص 152
57. An Introdution to Islam,p92.
58 - الشمس-91:8
59 - البینۃ-6:98
60 - ق-3:50،2
61 - المومنون،115:23
62 - تفسیر بیان القرآن،حصہ پنجم،ص192،191
63 - اسلامی نظریہ حیات،حصہ سوم(اسلامی فلسفہ حیات)،ص65
64 - فی ظلال القرآن-ج1،ص29،28
65 - البینۃ،7:98
66 - حقانی،ابو محمد عبد الحق،تفسیر فتح المنان،الفیصل ناشران و تاجران کتب،لاہور،س ن،ج8،ص219

67 - العصر،103: 1-3
68 - تفہیم القرآن،ج6،ص453
69 - تفہیم القرآن،ج2،ص268
70 - اصفہانی،حسین بن محمد،مفردات القرآن۔مترجم،مہمد عبدۂ فیروزپوری،اہل حدیث اکیڈمی،لاہور،س ن،مادہ فلح ؛ ائمہ لغت کی تصریح کے مطابق عربی زبان میں فلاح کے لفظ سے زیادہ اور کوئی جامع لفظ نہیں جو دنیا وآخرت دونوں کی خیرات و برکات پر دلالت کرتا ہو۔زبیدی،محمد مرتضیٰ الحسینی،تاج العروس من جواہر القاموس،دارالفکر،بیروت،س ن،باب الفاء
71 - نسفی،عبداللہ بن احمدبن محمود،مدارک التنزیل و حقائق التاویل،مترجم مولانا شمس الدین،مکتبۃ العلم،لاہور،س ن ،،ج2،ص706
72 - فلاح و کامرانی کی بشارت ان لوگوں کے لئے محقق ہے جو مندرجہ سات صفات اپنی ذات میں پیدا کرکے مکارم اخلاق کا پیکر بن جائے: اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرنا ، لغویات سے دور رہنا ، زکوٰۃ کے طریقے پر عامل رہنا، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنا، اپنی امانتوں اور عہد و پیمان کا پاس رکھنا اور اپنی نمازوں کی محافظت کرنا۔ملاحظہ ہو:سورہ المومنون،آیات 1 تا11
73 - کاندھلوی،محمد ادریس،معارف القرآن،بحوالہ شبیر احمد عثمانی،مکتبۃ المعارف دارلعلوم حسینیہ،شہداد پور،1422ھ،ج8،ص535